# قرآن میں نسخ

سید مزمل حسین نقوی*

آیا قرآن میں ناسخ اور منسوخ ہیں یا نہیں؟ یہ ایسا مسئلہ ہے جو ہمیشہ سے علماء کے درمیان زیر بحث رہا ہے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کرنا ضروری ہیں۔

## نسخ کے لغوی معانی

لغت میں نسخ کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں:

**۱۔ نقل کرنا؛** مثال کے طور پر جب کہا جاتا ہے: "نسخت الکتاب" تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ میں نے کتاب کو حرف بحرف نقل کیا۔

**۲۔ زائل کر دینا،** ختم کر دینا؛ مثال کے طور پر جب کہا جاتا ہے: "نسخت الریح آثار الدار" تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ طوفان نے گھر کے آثار تک ختم کر دیے۔ یا جب کہا جاتا ہے: "نسخت الشّمس الظل" تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ سورج نے سائے کو ختم کر دیا۔ (1)

تو اس تناظر میں یہ کہنا چاہیے کہ قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کی بحث، نسخ کے ان معنوں میں نہیں، بلکہ نیچے بیان ہونے والے اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ہے۔

## نسخ کے اصطلاحی معانی

قدیم اصطلاح میں سابقہ حکم میں ہر قسم کی تبدیلی کو "نسخ" کہتے ہیں۔ چاہے کلی طور پر اس حکم کو ختم کر دیا جائے یا اس میں تخصیص و تقیید لگا دی جائے۔ جدید اصطلاح میں کلی طور پر سابقہ حکم کے ختم کر دینے کو نسخ کہتے ہیں۔ (2)

## جدید محققین کی رائے

نسخ کی اصطلاحی تعریف کے آجانے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جدید اصطلاح کے مطابق نسخ، یعنی کلی طور پر سابقہ حکم کا ختم ہو جانا، شریعت خصوصاً قرآن میں واقع ہوا ہے یا نہیں؟ مذکورہ سوال کے جواب میں اگرچہ بہت سے علمائے اسلام نسخ کے قائل ہیں اور انھوں نے اس سلسلے میں کتابیں بھی لکھی ہیں۔ (3) لیکن عصر حاضر کے محققین اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی ہے کیونکہ اصطلاح میں نسخ سے مراد ہے: ایک حکم شرعی سے پہلے والے حکم شرعی کو تبدیل کرنا۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ناسخ اور منسوخ دونوں شرعی حکم ہوں۔ نیز سابقہ حکم میں ظاہری طور پر دوام کی صلاحیت ہو جو بعد والے شرعی حکم سے ختم ہو جائے۔ اسی لیے اگر شریعت میں نسخ کو قبول کیا جاتا ہے تو وہ ظاہری نسخ ہے نہ کہ حقیقی؛ کیونکہ حقیقی نسخ یہ ہے کہ سابق اور لاحق دونوں حکموں کے درمیان مکمل تضاد ہو۔ نیز وہ اس بات کی حکایت کرے کہ حکم لگانے والے نے تجدید نظر کی ہے اور پہلے حکم کو مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اسے تخصیص یا تقیید کہیں گے۔

اس معنی میں شریعت میں نسخ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اوّلاً، تو دو شرعی حکموں میں تضاد ممکن نہیں ہے ثانیاً، خدا کے لیے کسی حکم میں تجدید نظر قابل تصور نہیں ہے۔ پس اگر ہم شریعت میں نسخ کے قائل ہوتے ہیں تو یہ ظاہری نسخ ہے۔

نسخ کبھی تو تمام شریعت کی نسبت سے ہے اور کبھی اس کے بعض احکام کی نسبت سے۔ یعنی نئی شریعت نے پہلی شریعت کو نسخ کر دیا ہے یا اس کے بعض احکام کو؟ آج تک کوئی شریعت پوری کی پوری نسخ نہیں ہوئی کیونکہ تمام الٰہی شریعتوں کا سرچشمہ ایک ہے اور یہ شریعتیں احکام کے اصول و

---

*۔ ڈائریکٹر نور الہدیٰ فاصلاتی نظام، تعلیم، بارہ کہو، اسلام آباد

ضوابط میں ایک جیسی ہیں۔ ان کے درمیان کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے۔ ہاں زمانے کے تغیرات کی وجہ سے سابقہ شریعت کے بعض احکام نسخ ہوئے ہیں؛ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ شریعت تورات کے متعلق کہتے ہیں:

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

ترجمہ: "میں تورات (کی شریعت) کو قبول کرتا ہوں اور میں ان بعض چیزوں کو حلال قرار دیتا ہوں جو تم پر حرام تھیں۔" (4)

یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ کیا قرآن میں نسخ ہے یا نہیں؟

## قرآن میں نسخ کی مفروضہ اقسام

قرآن میں نسخ کی مختلف اقسام کا تصور کیا گیا ہے۔ ان میں سے اہم تین ہیں۔ (5)

**۱۔ نسخ حکم و تلاوت:** یعنی وہ آیت جس میں ایک حکم بیان کیا گیا تھا کلی طور پر قرآن سے حذف کر دی گئی ہو۔

**۲۔ نسخ تلاوت اور بقاء حکم:** یعنی آیت قرآن سے حذف ہو گئی ہو لیکن حکم موجود ہو۔

**۳۔ نسخ حکم اور بقاء تلاوت:** حکم نسخ ہو گیا ہو لیکن آیت باقی ہو اور قرآن میں موجود ہو۔

پہلی قسم کے متعلق جو روایت بیان کی گئی ہے وہ قابل قبول نہیں ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ احکام رضاع کے متعلق قرآن میں ایک آیت تھی جو اب نہیں ہے۔ اس آیت کا مفہوم یہ تھا کہ اگر کوئی خاتون کسی بچے کو دس بار دودھ پلادے تو وہ اس کے لیے محرم بن جائے گا۔ پھر یہ آیت ایک اور آیت سے منسوخ ہو گئی جو یہ کہتی تھی کہ اگر کوئی پانچ دفعہ دودھ پلادے تو وہ محرم ہو جائے گا۔ (6)

کہتے ہیں ناسخ اور منسوخ دونوں آیات قرآن میں موجود تھیں حتیٰ کہ رسول خداؐ کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد بھی ان کی تلاوت ہوتی رہی ہے۔ (7)

لیکن یہ روایت نص قرآن کے منافی ہے کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (8) ترجمہ: "ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" پس جب خدا یہ کہہ رہا ہے کہ ہم قرآن کی حفاظت کریں گے تو کیسے ممکن ہے کہ قرآن کی دو آیتیں غائب ہو گئی ہوں۔

دوسری قسم پہلی قسم سے بھی زیادہ نامعقول ہے کیونکہ یہ خلاف عقل ہے کہ قرآن سے آیت حذف کر دی جائے اور حکم کسی مستند کے بغیر موجود اور نافذ ہو۔ اس کے متعلق حضرت عمر سے روایت نقل کی گئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آیت: "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة" یعنی: "جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان دونوں کو ضرور سنگسار کر دیا جائے" (9) قرآن میں موجود تھی کسی وجہ سے حذف ہو گئی۔ رسول خداؐ کے دور میں بھی اور بعد میں بھی ہم اس پر عمل کرتے رہے۔ ان کا اصرار تھا کہ اسے دوبارہ قرآن میں لکھا جائے لیکن کسی نے ان کی بات نہ مانی۔ (10)

تیسری قسم یعنی حکم منسوخ ہو گیا ہے، لیکن آیت باقی ہے اور قرآن کریم میں موجود ہے۔ اختلاف اسی قسم میں ہے۔ دور حاضر کے علماء و محققین کہتے ہیں کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں ہیں، کیونکہ ناسخ و منسوخ کی

بنیادی شرط یہ ہے کہ ان کے درمیان تضاد ہو۔ اس لیے کہ اگر ان دو حکموں کے درمیان تضاد اور تنافی نہ ہو تو وہ مطلق و مقید یا عام و خاص کے زمرے میں آتے ہیں اور انھیں ناسخ و منسوخ نہیں کہہ سکتے۔

پس نسخ و منسوخ کی اساسی شرط یہ ہے کہ ان کے درمیان تضاد اور تنافی ہو۔ جبکہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس میں تضاد موجود نہیں ہے۔ خدا فرماتا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (11)

ترجمہ: "اور اگر یہ غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔"

معلوم ہوا قرآن کی آیات میں تضاد نہیں ہے۔ جب تضاد نہیں ہے تو نسخ بھی نہیں ہے۔ قرآن میں موجود ہر آیت کا حکم آج بھی موجود ہے۔

## نسخ کے قائلین کے دلائل

نسخ کے قائلین کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو پڑھی تو جاتی ہیں، لیکن ان کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی تعداد پانچ سو ہے۔(12) یہ آیات صرف ثواب کی خاطر پڑھی جاتی ہیں لیکن ان میں جو احکام ہیں وہ سب منسوخ ہو چکے ہیں۔ بعض احکام قرآن کی دوسری آیات نے منسوخ کر دیے ہیں اور بعض کو احادیث نے۔ نسخ کے قائلین کے دلائل میں درج ذیل شامل ہیں:

## پہلی دلیل

(ا) قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا (13)

ترجمہ: " ہم جس آیت کو بھی منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش قرار دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتے ہیں۔"

اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ خدا نے قرآن کریم میں کسی بات کا حکم دیا، اس کے کچھ عرصہ بعد اس نے سوچا کہ اس حکم کو منسوخ کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اس نے ایک اور آیت نازل کر دی۔ جس سے پہلے والا حکم منسوخ ہو گیا۔ بعد والا حکم پہلے والے سے بہتر تھا۔ ابن جوزی نسخ فی القرآن کے متعلق اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" علماء کا اجماع ہے کہ قرآن میں نسخ ہے مگر کچھ افراد اسے نہیں مانتے۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں ہیں۔ لیکن اس گروہ کی پروا نہیں کرنی چاہیے، چونکہ اس نے نص قرآن اور اجماع امت کے خلاف بات کی ہے۔ خدا قرآن میں واضح طور پر فرماتا ہے: "مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ ---الآیہ"(14)

**جواب:** اگر اس آیت کو عربی قواعد کی رو سے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ مذکورہ آیت نسخ پر دلالت نہیں کرتی۔ آیت میں جملہ شرطیہ ہے۔ ایک شرط ہے ایک جزا۔ اس کی اردو میں یوں شکل بنے گی: " اگر آپ کی یہ شئے ضائع ہو گئی تو میں آپ کو اس جیسی یا اس سے بہتر دوں گا۔" لیکن اگر کوئی شخص ایک ایسی مشروط بات کرے تو کیا اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ وہ چیز یقینا ضائع ہوئی ہے؟ نہیں۔ ایسا نہیں ہے اور نہ ہی اس جملے سے یہ سمجھا جا سکتا کہ وہ شے ضائع ہوئی ہے اور اس جیسی یا اس سے بہتر ملی ہے۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ اگر ہم نے کوئی آیت نسخ کی تو اس جیسی یا اس سے بہتر لائیں گے۔ یہاں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آیت نسخ ہوئی ہے اور اس جیسی یا اس سے بہتر لائی گئی ہے۔

امام فخر الدین رازی جو خود بھی نسخ کے قائل تھے مذکورہ آیت کے ذیل میں کہتے ہیں: " پہلے تو میں بھی اثبات نسخ کے لیے اسی آیت سے استدلال کرتا تھا، لیکن تفسیر لکھتے وقت مجھ پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ میرا استدلال کمزور تھا کیونکہ ما نَنۡسَخۡ میں ما شرط اور جزا کا فائدہ دے رہا ہے۔ جیسے آپ کہتے ہیں من جائک فاکرمہ جو بھی تیرے پاس آئے اس کا اکرام کرو۔ اس جملے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی آیا ہے اور اس کا اکرام بھی ہوا ہے۔ پس یہ آیت نسخ پر دلالت نہیں کرتی۔(15)

## آیت کا صحیح مفہوم

اس آیت کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے اس سے پہلے والی آیات کو سمجھنا ضروری ہے۔ پیچھے سے سلسلہ کلام یوں چلا آرہا ہے کہ اہل کتاب خصوصاً یہودی، قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جب خدا نے انبیائے سابقین مثلاً حضرت موسیٰؑ وغیرہ پر اپنے احکام نازل کر دیے تھے اور وہ احکام توریت وغیرہ میں موجود ہیں تو پھر ان کی موجودگی میں اس نئے رسول اور نئی کتاب کی کیا ضرورت ہے؟

اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ایک رسول کے چلے جانے کے بعد اس کی قوم اس کی وحی کے بعض حصوں کو ترک کر دیتی ہے، بعض کو فراموش کر دیتی ہے، ان ترک کردہ حصوں یا فراموش کردہ حصوں کو بعد میں آنے والے رسول کی وحی سے از سر نو تازہ کر دیا جاتا ہے۔ یہودیوں سے کہا گیا ہے کہ وحی کا سلسلہ اسی طرح چلا آرہا ہے اب چونکہ انسانی شعور پختگی حاصل کر چکا ہے لہٰذا:

**(الف)** سابقہ انبیاء کی وحی کے وہ تمام احکام جو ان کی قوم کے حالات اور ان کے زمانے کے تقاضوں کے ساتھ مخصوص تھے منسوخ کر کے ان کی جگہ دوسرے احکام و قوانین بھیج دیے جائیں چونکہ وحی کا یہ سلسلہ اب ختم ہو رہا ہے اس لیے یہ احکام وقتی اور ہنگامی نہیں ہوں گے بلکہ ابدی طور پر انسانیت کا ساتھ دینے والے ہوں گے۔ اسی لیے یہ احکام سابقہ احکام سے بہتر ہوں گے۔

**(ب)** سابقہ انبیاء کی وحی کے وہ احکام جو ان کے بعد فراموش کر دیے گئے تھے، ان کی تجدید کر دی گئی ہے۔ یہ تھی وہ ضرورت جس کی وجہ سے ایک نئے نبی اور ایک نئی کتاب کو بھیجا گیا ہے۔ پس یہاں تک کی بحث میں نسخ کے قائلین کی پہلی دلیل کا جواب آجاتا ہے۔

## دوسری دلیل

نسخ کے قائلین کے دلائل میں سے دوسری دلیل بعض روایات ہیں۔ کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ موجود ہیں۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ امیر المومنینؑ کوفہ کے ایک قاضی کے پاس سے گزرے۔ اس سے پوچھا کیا ناسخ کو منسوخ سے جدا کرتے ہو؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: پھر تو خود کو اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہو۔ (16)

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ان روایات میں نسخ کا کلمہ استعمال ہوا ہے لیکن اس یا اس جیسی روایات سے مراد عمومات کی تخصیص اور مطلّقات کی تقیید ہے۔ یعنی امیر المؤمنین - یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایک فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن اور سنت میں موجود عمومات، تخصیصات، مطلّقات اور مقیدات کو پہچانتا ہو کیونکہ اس دور میں لفظ نسخ کو موجودہ معانی میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ابن قیم کہتے ہیں: "نسخ متاخرین کی اصطلاح ہے، سلف اسے تخصیص اور استثناء کے مفہوم میں استعمال کرتے تھے۔" (17)

## نسخ کی مثالوں کا جائزہ

**پہلی مثال:** وہ آیات جنہیں نسخ کے قائلین نے مثال کے طور پر پیش کیا ہے، ان میں سے ایک مثال درج ذیل آیات کی ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (18)

ترجمہ: "اپنے چہرے کو مسجد الحرام (خانہ کعبہ) کی طرف موڑ لیجیے اور جہاں بھی رہیے اسی طرف رخ کیجیے۔"

یہ آیت ناسخ ہے، اس آیت کے لیے:

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (19)

ترجمہ: " اور اللہ کیلئے ہیں مشرق و مغرب، پس تم جس طرف بھی رخ کروگے خدا کو اسی طرف پاؤگے۔"

گویا نماز میں اجازت ہے کہ جس طرف چاہو رخ کر کے نماز پڑھ لو جبکہ اوپر کی آیت میں کہا گیا ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔ پس معلوم ہوا کہ پہلی آیت ناسخ ہے دوسری آیت کے لیے۔ (20)

ہماری نظر میں یہاں ناسخ و منسوخ نہیں ہیں کیونکہ آیت وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ میں کوئی حکم بیان ہی نہیں ہوا کہ آیت فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ نے اسے منسوخ کیا ہو۔ ناسخ و منسوخ تو وہاں ہوتا ہے جہاں دو حکم ہوں، دوسرے والا حکم پہلے حکم کو ختم کرے۔ "وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ" تو در حقیقت ایک اعتراض کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ جب بیت المقدس سے مسجد الحرام کی طرف قبلہ کی تبدیلی کا حکم آیا تھا تو یہود نے کہا تھا کہ یہ کیسا رسولؐ ہے جو کبھی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کبھی مسجد الحرام کی طرف۔ (21) اگر اس شان نزول کو مان لیا جائے تو گویا یہ آیت "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" کے بعد آئی ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ناسخ پہلے ہو اور منسوخ بعد میں آئے۔

بعض نے کہا ہے کہ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ جابر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول خداؐ نے ہمیں ایک جنگ پر بھیجا۔ راستے میں تاریکی چھا گئی۔ کچھ لوگوں نے شمال کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی اور کچھ نے جنوب کی طرف۔ جب روشنی ہوئی تو معلوم ہوا دونوں گروہوں نے غلط سمت نماز پڑھی تھی۔ جب ہم واپس آئے تو رسولؐ خدا سے اس کے متعلق پوچھا، آپ خاموش ہو گئے، اس وقت آیت نازل ہوئی کہ مشرق و مغرب خدا کے لیے ہیں ، تم جدھر رخ کرو خدا اسی طرف ہے۔ (22)

**دوسری مثال:** نسخ کے قائلین نے اس حوالے سے جو دوسری مثال پیش کی ہے وہ درج ذیل آیات کی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ (23)

یعنی: "اور تم میں سے جو اپنی مدت حیات پوری کر رہے ہوں اور بیویاں چھوڑ کر جا رہے ہوں انھیں چاہیے کہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال کے خرچے اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کرکے جائیں تو تمھارے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے بارے میں کوئی مناسب کام انجام دیں۔"

بعض افراد کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے درج ذیل آیت سے:

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (24)

یعنی: " اور تم میں سے جو بیویاں چھوڑ کر مر جائیں ان کی بیویاں چار مہینے دس دن انتظار کریں گی۔ جب یہ مدت پوری ہو جائے تو جو مناسب کام وہ اپنے حق میں کریں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

قائلین نسخ کہتے ہیں کہ پہلی آیت میں ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی وفات کے بعد ایک سال تک اس کے گھر میں رہ سکتی ہے اور اس کے مال سے استفادہ کر سکتی ہے۔ جبکہ دوسری آیت کے ذریعے اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہے اور شوہر کے گھر میں رہنے کی مدت چار ماہ اور دس دن قرار دی گئی ہے۔ نیز مذکورہ آیت میں ہے کہ ایک سال تک اس کے مال سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ جبکہ آیت میراث نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور چوتھا یا آٹھواں حصہ مقرر کیا ہے (25) اور آیت میراث یہ ہے:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ (26)

یعنی: " اور اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکے سے ان کے لیے چوتھا حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو پھر آٹھواں حصہ ہے۔"

ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ آیات بھی نسخ اور منسوخ پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ: اولاً، منسوخ کو پہلے اور ناسخ کو بعد میں ہونا چاہیے؛ جبکہ یہاں ناسخ پہلے اور منسوخ بعد میں ہے۔ ثانیاً، دونوں آیات کا موضوع الگ الگ ہے۔ آیت ۲۴۰ میں ہے کہ وصیت کرکے جاؤ کہ کم از کم اس کے بعد اس کی بیوی کو ایک سال تک نہ اس کے گھر سے نکالا جائے اور نہ مال سے استفادہ کرنے سے روکا جائے۔ اس میں کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ اگر وہ خود جانا چاہے تو کتنی مدت بعد جا سکتی ہے جبکہ دوسری آیت یعنی، آیت ۲۳۴ میں عدت کی بات ہو رہی ہے کہ اگر وہ دوسری شادی کرنا چاہتی ہے تو چار ماہ دس دن بعد کر سکتی ہے۔

آیت اللہ خوئی کہتے ہیں کہ ہم آیت ۲۴۰ کو منسوخ کیوں سمجھیں؟ اس آیت کا مضمون ایک اجتماعی اور اخلاقی حکم پر مشتمل ہے۔ یعنی اسلام اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ جس عورت کا شوہر مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو ([27]) تو اسے ایک سال تک شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت دی جائے اور وہ پہلے کی طرح اپنے شوہر کے مال سے اپنے اخراجات پورے کر سکتی ہے تاکہ وہ اس مدت میں اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کر لے۔ یہ ایک استحبابی اور اخلاقی و معاشرتی حکم ہے جس کی قرآن نے تاکید کی ہے۔ یہ حکم آج بھی موجود ہے۔

جہاں تک وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ۔۔۔ الآیہ (28) کی آیت کا تعلق ہے تو اس میں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ بیوی کا مرحوم شوہر کی میراث میں کتنا حصہ ہے، جبکہ میراث والی آیت میں مقدار معین کر دی گئی ہے۔ گویا پہلی آیت عام ہے جبکہ دوسری آیت خاص ہے اور عام و خاص کو موجودہ اصطلاح میں نسخ نہیں کہتے۔

**تیسری مثال:** نسخ کے قائلین نے اپنے دعوے کے اثبات میں جو تیسری مثال پیش کی ہے وہ درج ذیل آیات کی ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (29)

یعنی: " اے نبی! مومنین کو جہاد پر آمادہ کریں۔ اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوئے تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے اس لیے کہ کفار سمجھ دار لوگ نہیں ہیں۔"

نسخ کے قائلین کہتے ہیں کہ یہ آیت بعد درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گئی ہے:

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ (30)

یعنی: " اب اللہ نے تمھارا بار ہلکا کر دیا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ تم میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ پس اگر تم میں سے سو بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر ہزار ہوں تو دو ہزار پر خدا کے حکم سے غالب آجائیں گے۔"

ابن حزم کہتے ہیں کہ دوسری آیت پہلی آیت کے لیے ناسخ ہے۔ (31) ان کی دلیل یہ ہے کہ پہلی آیت کہتی ہے اگر کسی مومن کے مقابلے میں دس کافر ہوں تو اس پر جہاد واجب ہے۔ دس کے مقابلے میں فرار حرام ہے۔ دوسری آیت نے اس حکم کو نسخ کر دیا اور کہا کہ اگر مقابلے میں دو ہیں تو جہاد واجب ہے اور فرار حرام ہے لیکن مقابلے میں دو سے زیادہ ہوں تو فرار جائز ہے۔ (32)

ہمارے خیال میں یہ آیات بھی ناسخ و منسوخ نہیں ہیں۔ کیونکہ اوّلاً، ناسخ و منسوخ میں زمانی فاصلہ شرط ہے یعنی ایک زمانے میں ایک حکم ہو اور پھر کچھ عرصے بعد اس حکم کو تبدیل کر دیا جائے جبکہ یہاں دونوں آیات اکٹھی آئی ہیں۔ ثانیاً، در حقیقت یہ مسلمانوں کی ایمانی قوت اور کمزوری کا امتحان تھا۔ اگر ایمان مضبوط ہو تو سو کفار کے مقابلے میں دس مسلمان کافی ہیں، اگر ایمان کمزور ہو تو پھر سو کے مقابلے میں پچاس ضروری ہیں۔ اصل میں یہ ایک شرعی حکم نہیں تھا کہ نسخ کی بات کی جائے۔ یہ آج بھی ہے کہ آج ایمان مضبوط ہو تو زیادہ کے مقابلے میں کم بھی کافی ہیں۔

چوتھی مثال: نسخ کے قائلین نے اپنے دعوے کے اثبات میں جو چوتھی مثال پیش کی ہے وہ درج ذیل آیات سے ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (33)

یعنی: " اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔"

نسخ کے قائلین کہتے ہیں کہ اس آیت کو بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے بعد والی آیت یہ ہے:

أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ (34)

یعنی: " کیا تم اپنی سرگوشیوں سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے ہو؟"

پہلی آیت میں کہا جا رہا ہے کہ جب بھی رسولؐ سے سرگوشی کرو تو پہلے صدقہ دے دیا کرو جبکہ دوسری آیت میں ہے کہ صدقہ تمہارے لیے مشکل ہے، للذا خدا تمہاری توبہ قبول کرتا ہے۔ پس دوسری آیت نے وجوب صدقہ کے حکم کو نسخ کر دیا۔ (35)

اس مثال کے جواب میں بھی ہمارا مؤقف یہ ہے کہ در حقیقت اس آیت کا حکم آج بھی موجود ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی تربیت کا ایک اصول وضع کیا گیا تھا کہ بغیر کسی وجہ کے رسولؐ خدا کا قیمتی وقت ضائع نہ کرو۔ صدر اول میں مسلمان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے رسولؐ خدا کے پاس پہنچ

جاتے تھے۔اس سے منع کرنے کے لیے یہ اصول بنایا گیا تھا۔یہ الٰہی پیغام صاحبان عقل کے لیے آج بھی موجود ہے کہ چھوٹے چھوٹے مسائل اور غیر ضروری باتوں کی وجہ سے ذمہ دار افراد کا وقت ضائع نہ کیا جائے۔

**نتیجہ:**

اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی آیت نسخ کے حقیقی معنوں میں نسخ نہیں ہوئی اور اگر کہیں نسخ ہے تو اس سے مراد نسخ کا ظاہری معنی جو کہ تخصیص یا تقیید کے معنوں میں ہے، مراد ہے۔

*****

## حوالہ جات

---

1۔جوہری، الصحاح، مادہ ن س خ کے ذیل میں۔

2۔خوئی، البیان فی تفسیر القرآن، النسخ فی القرآن، ص۲۷۷۔

3 ۔ مثلاً ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ کی کتاب الناسخ والمنسوخ اور قتادہ بن دعامۃ السدوسی متوفی ۱۱۷ ہجری کی کتاب الناسخ والمنسوخ قابل ذکر ہیں۔اس کتاب کے مقدمہ میں ۷۵ علماء کے نام ذکر کیے گئے ہیں جنھوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں اور وہ قرآن میں نسخ کے قائل ہیں۔ان میں سے بعض ایسے افراد بھی ہیں جو امام صادقؑ اور امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔

4۔آل عمران، ۵۰

5۔ابن حزم، الناسخ والمنسوخ فی القرآن فصل ۳ ص، ۸۔ابن جوزی، نواسخ القرآن باب ۷، اقسام النسخ ص ۳ ۲۔

6۔ صحیح مسلم، جلد ۴، ص ۱۶۷۔

7۔ابی داؤد، سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب النکاح، ص ۴۵۸، ح ۲۰۶۲۔ مسلم، صحیح مسلم، ج ۴ کتاب الرضاع، باب رضاعۃ الکبیر ص ۱۶۸

8۔ حجر، ۹

9۔ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ج ۲ ص ۸۵۴، کتاب الحدود، باب الرجم، ح ۲۵۵۳۔

10۔ بیہقی، سنن الکبری، ج ۸ ص ۲۱۱، کتاب الحدود۔

11۔نساء، ۸۲

12۔پرویز، لغات القرآن، ج ۴ ص ۱۶۰۷، مادہ ن س خ

13۔بقرہ، ۱۰۶

14۔ابن جوزی، نواسخ القرآن، باب ثانی، ص ۱۷

15۔امام رازی، تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۶۳۴ بقرہ آیت ۱۰۶ کے ذیل میں۔

16۔عیاشی، تفسیر عیاشی ج ۱، ص ۱۱ نمبر ۹

17۔ابن قیم، اعلام الموقعین، ج ۱ ص ۳۹

18۔بقرہ، ۱۴۴

19۔بقرہ، ۱۵

20۔ابن جوزی، نواسخ القرآن، ص ۱۵، ابن حزم، الناسخ والمنسوخ ص ۹، سدوسی، الناسخ والمنسوخ ص ۳۲۔

---

21۔طبرسی، تفسیر مجمع البیان ج١ص ٣٥٧مذکورہ آیت کے ذیل میں

22۔طبرسی، تفسیر مجمع البیان، ج١، ص ٣٥٧

23۔بقرہ، ٢٤٠

24۔بقرہ، ٢٣٤

25۔نسائی، سنن النسائی، ج٦ص ٢٠٧۔ باب الاحداد

26۔نساء، ١٢

27 ۔ مذکورہ حکم اس بیوی کے لیے ہے جس کی اولاد نہ ہو کیونکہ اگر اسی بیوی سے شوہر کی اولاد ہو تو اسے نکالا نہیں جاتا بلکہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ رہنے کا حق رکھتی ہے۔

28 ۔ بقرہ، ٢٤٠

29۔ انفال، ٦٥

30۔انفال، ٦٦

31۔ابن حزم، الناسخ والمنسوخ ص٢٩، آیت ٥

32 ۔ ابن جوزی، نواسخ القرآن، ص١٦٨

33۔ مجادلہ: ١٢

34۔ مجادلہ: ١٣

35۔ابن جوزی۔ نواسخ القرآن، ص ٢٣٥

## منابع و مآخذ


(١)ابن جوزی، جمال الدین ابی فرج عبدالرحمٰن ابن جوزی، متوفی ٥٩٧ھ نواسخ القرآن، ناشر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

(٢)ابن حزم، متوفی ٤٥٦ھ، الناسخ والمنسوخ فی القرآن، تحقیق: عبدالغفار سلیمان بغدادی، ناشر: دارالکتب العلمیۃ طبع اول ١٩٨٦، بیروت لبنان۔

(٣)ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر متوفی ٧٥١ھ، اعلام الموقعین طبع مصر۔

(٤)ابن ماجہ، محمدیزید قزوینی، متوفی ٢٧٣ھ، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، ناشر: دارالفکر، بیروت، لبنان۔

(٥)ابی داؤد، سلیمان ابن اشعث سجستانی، متوفی ٢٧٥ سنن ابی داؤد، تحقیق: سعید محمد اللحام، ناشر دارالفکر، طبع اول ١٩٩٠، بیروت، لبنان۔

(٦)امام رازی، فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر، متوفی ٦٠٦ھ تفسیر کبیر، طبع دوئم، ١٤٢٠ق ناشر داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان

(٧) بیہقی، ابی بکر احمد بن حسین بن علی متوفی ٤٥٨، السنن الکبری ناشر: دارالفکر، بیروت، لبنان

(٨)پرویز غلام احمد پرویز، لغات القرآن، ناشر طلوع اسلام، ٹرسٹ لاہور پاکستان۔

(٩)جوہری، اسماعیل بن حماد، متوفی ٣١٣، الصحاح، طبع اول ١٩٥٦ء، قاہرہ، مصر۔

(١٠)خوئی، ابوالقاسم موسوی، متوفی ١٤١١ھ، البیان فی تفسیر القرآن، ناشر دارالزہرا، طبع چہارم ١٩٧٥ء بیروت، لبنان

(١١)سدوسی، قتادہ بن دعامہ متوفی ١١٧ھ، الناسخ والمنسوخ فی کتاب اللہ، تحقیق حاتم صالح ضامن، ناشر موسسہ الرسالۃ، طبع سوئم ١٩٨٨ء، بیروت، لبنان۔

(١٢)طبرسی، امین الاسلام ابی علی الفضل بن حسن متوفی ٥٤١ھ، تفسیر مجمع البیان، ناشر موسسہ الاعلمی، طبع اولا ١٩٩٥ء بیروت، لبنان۔

(١٣)عیاشی، محمد بن مسعود متوفی ٣٢٠ھ، تفسیر العیاشی، تحقیق ہاشم رسولی، ناشر مکتبہ العلمیہ، تہران، ایران۔

(١٤)مسلم ابی الحسن، مسلم بن حجاج، متوفی ٢٦١ھ، صحیح مسلم دارالفکر، بیروت، لبنان۔

(١٥)نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب، متوفی ٣٠٣ھ سنن النسائی، طبع اول ١٩٣٠ء ناشر دارالفکر، بیروت لبنان۔